بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مفتیانِ کرام آپ حضرات سے مسئلہ ہذا میں راہنمائی مطلوب ہے، امید ہے کہ تفصیلی جواب سے سرفراز فرما کر مشکور وممنون فرمائیں گے۔

فقہائے احناف میں سے علامہ عینی، علامہ کورانی، ملا علی قاری اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہم اللہ ''إسبال الإزار'' کے بارے میں یہ مسئلہ بیان کرتے ہیں اگر تکبر کے ساتھ ہو تو حرام یا مکروہ تحریمی ہے اور اگر تکبر کے بغیر ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ (اور فتاویٰ عالمگیریہ میں بھی یہ بات مذکور ہے۔)

ملاحظہ فرمائیں: (عمدة القاري، كتاب اللباس، باب: من جر إزاره من غير خيلاء: رقم الحديث: ٥٧٨٤-٥٨٨٧، ٢١/ ٤٣٧-٤٤١، دار الكتب العلمية)

(الكوثر الجاري إلى رياض البخاري، كتاب اللباس، باب: من جر إزاره من غير خيلاء: رقم الحديث: ٥٧٨٨، ٩/٣٢٨، دار إحياء التراث العربي)

(مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الستر، رقم الحديث: ٧٦٤، ٢/٤٣٩، كتاب اللباس، الفصل الأول، رقم الحديث: ٤٣١١، ٨/١٩٧، رقم الحديث: ٤٣١٤، ٨/١٩٨، و كتاب الفضائل، باب فضائل سيد المرسلين ﷺ، رقم الحديث: ٥٧٧١، ١/٤٥١، رشيديه)

(اشعة اللمعات، كتاب اللباس، فصل اول: ٣/٥٣٥، مكتبه رضويه نوريه، سكهر)

(الفتاوى الهنديه، كتاب الكراهية، الباب التاسع: في اللبس ما يكره من ذلك وما لا يكره: ٥/٣٣٣، ط: بولاق)

اور علمائے دیوبند کے اس مسئلہ میں دو گروہ ہیں: پہلے گروہ میں مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہم اللہ اس بات کے قائل ہیں کہ ''إسبال الإزار'' اگر تکبر کے ساتھ ہو تو حرام یا مکروہ تحریمی ہے اور اگر تکبر کے بغیر ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ (نوٹ: ان سب حضرات نے اکثر علامہ نووی رحمہ اللہ وغیرہ ''شوافع'' کی کتب واقوال پر اعتماد کیا ہے)

ملاحظہ فرمائیں: (التعليق الصبيح، كتاب اللباس، الفصل الأول: ٤/ ٣٨٣، المكتبة العثمانية، لاهور)

(أوجز المسالك، كتاب اللباس، باب: ما جاء في إسبال الرجل ثوبه: ١٦/ ١٧٩ - ١٩٠، دار القلم)

(بذل المجهود، كتاب اللباس، باب: ما جاء في إسبال الإزار، رقم الحديث: ٤٠٨٥، ١٢/١١٣، مركز الشيخ أبي الحسن الندوي، الهند)

اور دوسرے گروہ میں علامہ انور شاہ کشمیری، مولانا بدر عالم میرٹھی، مولانا اشرف علی تھانوی رحمہم اللہ اور مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم نے اس بارے میں یہ فرمایا ہے کہ اس مسئلہ میں تکبر کی قید کا اعتبار نہیں ہے، اسبال ہر حال میں مکروہ تحریمی اور ناجائز ہے۔

ملاحظہ ہو: (امداد الفتاویٰ، احکام متعلقہ لباس، ٹخنوں سے نیچے پاجامہ یا تہبند لٹکانا و دفع شبہ متعلقہ مسئلہ مذکورہ، جواب اشکال بر کراہت اسبال بدون خیلاء: ۴/۱۲۱-۱۲۳، مکتبہ دار العلوم کراچی)

(اصلاح رسوم، آٹھویں فصل، ص: ۲۹، ۳۰، دار الاشاعت)

(إعلاء السنن، كتاب الحظر والإباحة، باب: النهي عن الثوب المزعفر للرجال، فوائد شتى تتعلق باللبس والاستعمال: ١٧/٣٦٦، إدارة القرآن كراتشي)

(العرف الشذي، كتاب اللباس، باب: ما جاء في كراهية جر الإزار، رقم الحديث: ١٧٣٠، ٣/٢٥٢، دار إحياء التراث العربي)

(فيض الباري، كتاب اللباس، باب: قول الله تعالى: ﴿قل من حرم زينة الله التي أخرج لعباده﴾ رقم الحديث:

(حاشيه البدر الساري إلى فيض الباري للميرتهي، كتاب اللباس، باب: قول الله تعالى: ﴿قل من حرم زينة الله التي أخرج لعباده﴾ رقم الحديث: ٥٧٨٣، ٧٢/٦، دار الكتب العلمية)

(تقرير ترمذی، کتاب اللباس، باب ما جآء في كراهية جر الإزار: ٢/٢٣٨-٢٤١، میمن اسلامک بکس)

(تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة، باب: تحريم جر الثوب، رقم الحديث: ٥٤١١، ٢١٣/٤، مكتبة دار العلوم كراتشي)

(نوٹ: اس دوسرے گروہ کے تمام مستدلات کا جواب مسلک بریلویت کے شیخ الحدیث جناب غلام رسول سعیدی صاحب نے اپنی تفسیر ''تبیان القرآن'' (جلد: ۴، صفحہ: ۳۲۱ تا ۳۳۱) میں دیا ہے، اسے بھی ملحوظ خاطر رکھ لیا جائے، مذکورہ تفسیر آنجناب کے پاس ہو تو فبہا، بصورتِ دیگر انٹرنیٹ سے مندرجہ ذیل لنک سے ڈاؤن لوڈ کی جاسکتی ہے)

http://www.archive.org/download/TafsirTibyan-ul-quranUrdu/TibiyanulQuranJ4.pdf

اس کے علاوہ علماء دیوبند کے تمام فتاویٰ جات میں بھی اسی طرح (بہر صورت مکروہ تحریمی کا قول) مذکور ہے،

چنانچہ! فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۶/ ۱۲۷، امداد الفتاویٰ: ۴/ ۱۲۱، امداد الاحکام: ۴/ ۳۳۷، فتاویٰ محمودیہ: ۱۹/ ۲۷۳، کفایت المفتی: (مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ نے دو مقامات پر اس فعل کے بارے میں لکھا ہے کہ ایسا کرنا ''سخت گناہ'' ہے، ملاحظہ ہو: ۳/ ۳۱۱، ۹/ ۱۵۶، اور ایک جگہ لکھا ہے کہ ''مکروہ تنزیہی'' ہے، ملاحظہ ہو: ۳/ ۴۳۰) احسن الفتاویٰ: ۳/ ۲۹۶، فتاویٰ رحیمیہ: ۵/ ۱۴۶، فتاویٰ حقانیہ: ۲/ ۴۱۶، ۳/ ۱۹۵، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/ ۳۲۳، فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۲/ ۲۱۶، نجم الفتاویٰ: ۲/ ۳۹۲، فتاویٰ عباد الرحمٰن: ۵/ ۱۴۸، میں حرمت، کراہت تحریمی اور سخت گناہ کا حکم مذکور ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل ملاحظہ کرنے کے بعد معلوم یہ کرنا ہے کہ

(۱) فقہاءِ احناف کے نزدیک تکبر کی نیت کے بغیر ''اسبال الازار'' کا کیا حکم ہے؟ اس بارے میں کتبِ فقہیہ میں کیا تفصیلات ہیں؟

(۲) ''اسبال الازار'' سے متعلق مذکور احادیث میں سے جو احادیث (تکبر کی قید سے) مطلق ہیں، انہیں فقہائے احناف کے نزدیک (تکبر کے ساتھ) مقید (احادیث) پر محمول کیا جائے گا یا نہیں؟

(۳) اکابرین علماء دیوبند رحمہم اللہ کی اکثریت نے اس مسئلہ میں فقہائے احناف (ملا علی قاری، علامہ عینی، شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہم اللہ) کی اتباع کو کس بناء پر ترک کیا؟ بالفاظِ دیگر! اس مسئلہ میں فقہائے احناف کی عبارات کو چھوڑ کر براہِ راست احادیث سے استدلال کیوں کیا گیا؟

فقط والسلام!

المستفتی:

محمد راشد ڈسکوی

استاذ ورفیق شعبہ تصنیف وتالیف جامعہ فاروقیہ کراچی

۱۴۳۶/۶/۲ھ

''جواب اگلے اوراق پر ملاحظہ فرمائیں''۔

"الجواب حامداً و مصلیاً"

استفتاء کے سوالیہ حصے کے جوابات سے قبل یہ جاننا چاہیئے کہ کسی بھی مسئلے میں اختلاف کا ایک بنیادی سبب نصوص کا اختلاف ہے، زیر بحث مسئلے میں بھی نصوص میں اطلاق و تقیید سے اختلاف کی نوبت آئی ہے اور وہ نصوص ہماری جستجو کے مطابق چار قسم کی ہیں، جن میں اسبال ازار کے عمل پر سخت وعیدیں بھی آئی ہیں، چنانچہ وہ چار قسم نصوص و احادیث ملاحظہ ہوں۔

قسم اول:۔

وہ احادیث مبارکہ ہیں، جو تکبر کی قید کے ساتھ مقید ہیں۔

الجامع الصحیح للإمام البخاریؒ میں ہے:

عن ابن عمر أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال:
لا ینظر اللّٰہ إلی من جر ثوبہ خیلاء۔

(ص ۸۶۰/۲، کتاب اللباس، ط: قدیمی)

وفیہ أیضاً:

عن أبی ھریرۃ أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم
قال: لا ینظر اللّٰہ یوم القیامۃ إلی من جر إزارہ بطراً۔

(ص ۸۶۱/۲، کتاب اللباس، باب من جر ثوبہ خیلاء، ط: قدیمی)

ان احادیث میں دو گناہ جمع ہوئے ہیں، ایک تکبر اور دوسرا ٹخنا ڈھانکنا یعنی مطلق ٹخنا ڈھانکنا مستقل گناہِ کبیرہ ہے اور تکبر شامل ہونے کی وجہ سے اس گناہ میں مزید شدت پیدا ہو گئی ہے۔

قسم دوم:۔

وہ احادیث مبارکہ ہیں، جن میں تکبر کی قید ذکر کیے بغیر مطلقاً اسبالِ ازار کو ناجائز اور حرام کہا گیا ہے۔

(جاری ہے)

الجامع الصحیح للإمام البخاریؒ میں ہے:

وعن أبي هريرة عن النبي صلّى الله عليه وسلّم قال: ما أسفل من الكعبين من الإزار في النار۔

(ص ٨٦١/٢، کتاب اللباس، باب ما أسفل من الكعبين في النار، ط: قدیمی)

وفيه أيضاً:

عن سالم بن عبد الله أن أباه حدثه أن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال: بينما رجل يجرّ إزاره خُسف به فهو يتجلجل في الأرض إلى يوم القيامة۔

(ص ٨٦١/٢، کتاب اللباس، ط: قدیمی)

پہلی حدیث سے ظاہر ہے کہ جہنم کی وعید سنائی گئی ہے جو کہ گناہ کبیرہ ہونے کی علامت ہوتی ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مطلقاً ٹخنے ڈھانکنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے، نیز اس میں تکبر کا ذکر بھی نہیں، حدیث دوم میں بھی یہ بات مذکور نہیں کہ وہ تکبر کی وجہ سے ٹخنے ڈھانک کر چل رہا تھا، بلکہ اس شخص کو مطلقاً ٹخنے ڈھانپنے پر قیامت تک سخت ترین عذاب میں گرفتار کر دیا گیا۔

قسم سوم:-

وہ احادیث مبارکہ ہیں، جن میں اسبالِ ازار کو تکبر کی علامت ونشانی اور نتیجہ کہا گیا۔

سنن أبي داؤد میں ہے:

عن أبي جُرَيّ جابر بن سليم ---- قال قال النبي صلّى الله عليه وسلّم إياك وإسبال الإزار، فإنها من المخيلة، وإن الله لا يحب المخيلة۔

(ص ٢١٠/٢، کتاب اللباس، باب ما جاء في إسبال الإزار، ط: رحمانیہ)

فتح الباری شرح صحیح البخاری میں ہے:

عن ابن عمر في أثناء حديثٍ رفعه: إيّاكم وجرّ

الإزار، فإن جرّ الإزار من المخيلة۔

(ص۳۲۴، کتاب اللباس، باب من جرّ ثوبه خیلاء، ط: دار الکتب العلمية)

المبسوط للسرخسی میں ہے:

والمخيلة حرام لما روى أن النبي صلى الله عليه وسلم

قال للمقداد في ثوب لبسه: إياك والمخيلة۔

ان احادیث میں تکبر کا ذکر ہے، (ص۲۶۸، ج۳۰، کتاب الکسب، ط: دار الکتب العلمیۃ)

مگر تکبر ایک امر مخفی اور باطنی چیز ہے، اس کا پتہ لگانا اور فیصلہ کرنا مشکل ہے، کوئی شخص جزم کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتا، کہ فلاں شخص یہ عمل تکبر کی وجہ سے کر رہا ہے اور فلاں تکبر کے بغیر یہ عمل کر رہا ہے، تو شریعت نے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کو ہی تکبر کا عمل قرار دیا اور اس پر تکبر کے عمل کا حکم لگایا، لہذا اگر کسی کا تکبر کا قصد نہ بھی ہو، تب بھی اس ظاہری عمل پر گناہ مرتب ہوگا، اور وہ گناہ گار ہوگا۔

فتح الباری شرح صحیح البخاری میں ہے:

وحاصله أن الإسبال يستلزم جرّ الثوب وجرّ الثوب

يستلزم الخيلاء ولو لم يقصد اللابس الخيلاء

ويؤيده ما أخرجه أحمد بن منيع من وجه آخر عن

ابن عمر في أثناء حديث رفعه "إياك وجرّ الإزار

فإن جرّ الإزار من المخيلة۔

(ص۳۲۴، کتاب اللباس، باب من جرّ ثوبه خیلاء، ط: دار الکتب العلمية)

(کذا فی تکملة فتح الملهم، کتاب اللباس، باب من جرّ ثوبه خیلاء، ص۱۲۲ ج۴، ط: دار العلوم کراچی)

(کذا فی نیل الأوطار للشوکانی ص۲۷۸ ج۲، ط: دار ابن حزم ودار ابن القیم)

حاشیۃ البدر الساری إلی فیض الباری للشیخ بدر عالم میرٹھیؒ میں ہے:

قلت: ویخطر ببالی أن الشرع جعل

نفس الجرّ مخیلة، فإن الـ...

يجرّون ثيابهم لا يجرّون إلّا تكبّراً و رياءً.

(ص ۳۷۲/۴، كتاب اللباس، باب من جرّ ثوبه من الخيلاء، ط: دار المأمون)

تکملہ فتح الملہم میں ہے:

إن العلة الأصلية من وراء تحريم الإسبال هي الخيلاء كما صرّح به رسول الله صلّى الله عليه وسلّم في حديث الباب، ولكن تحقق الخيلاء أمر خفي، ربما لا يطلع عليه من ابتلي به فأقيم سببه مقام العلة وهو الإسبال.

(ص ۱۲۳/۴، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم جرّ الثوب خيلاء الخ، ط: دار العلوم کراچی)

قسم چہارم:۔

وہ احادیث ہیں، جن میں اسبال ازار کو دیکھ کر اصلاح کی گئی ہے۔

شمائل الترمذی میں ہے:

عن الأشعث بن سليم قال سمعت عمّتي تحدّث عن عمّها قال بينما أنا أمشي بالمدينة إذا إنسان خلفي يقول: ارفع إزارك فإنّه أتقى وأبقى فالتفت فإذا هو رسول الله صلّى الله عليه وسلّم فقلت يا رسول الله، إنما هي بردة ملحاء قال: أما لك فيّ أسوة، فنظرت فإذا إزاره إلى نصف ساقيه.

(ص ۸، باب ما جاء في صفة إزار رسول الله صلّى الله عليه وسلّم، ط: سعيد)

سنن أبی داؤد میں ہے:

عن أبي هريرة قال بينما رجل يصلّي مسبلاً إزاره فقال له رسول الله صلّى الله عليه وسلّم اذهب فتوضأ، فذهب فتوضأ ثم جاء فقال: اذهب فتوضأ، فقال له رجل يا رسول الله مالك أمرته أن يتوضأ،

(جاری ہے)

ثمّ سكت عنه ثمّ قال إنه كان يصلّي وهو
مسبل إزاره وإن الله لا يقبل صلاة رجل مسبل.

(ص ۲۱/۲، کتاب اللباس، باب ما جاء في إسبال الإزار، ط: رحمانیہ)

یہاں پر پہلی حدیث میں نبی پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے ان صحابی سے یہ نہیں دریافت فرمایا کہ آپ نے تکبر کی وجہ سے کپڑا لٹکایا ہے، بلکہ مطلق کپڑا لٹکا ہوا دیکھ کر ان کو منع فرمایا، اور نہ انہوں نے عدم تکبر کا عذر پیش کیا، اور حدیث دوم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تکبر کی وجہ سے لٹکانے والے کی نماز قبول نہیں ہوتی، بلکہ مطلق ارشاد فرمایا۔

معلوم ہوا کہ ٹخنے ڈھانکنا ہر صورت میں ناجائز، حرام اور گناہ کبیرہ ہے، اس مضمون کو نصوص میں دو طرح کی تعبیرات کے ساتھ ذکر فرمایا گیا۔

۱۔ اسبال ازار مطلقاً منع ہے۔ ۲۔ اسبال ازار بطور تکبر ہے اس وجہ سے منع ہے۔

ان مختلف احادیث کے پیش نظر حنفیہ [بنیادی طور پر] اور شافعیہ کے درمیان اطلاق وتقیید میں اختلاف ہے، جس کی تفصیلات ہم ابھی ذکر کر رہے ہیں۔

یہ واضح رہے کہ عمل بالنص کے لئے ترجیح یا تطبیق وتوفیق یا دیگر اُصول کو سامنے رکھا جائے، تو ان نصوص پر عمل احناف اور شوافع کے ہاں اپنے وضعی اُصولوں کی بناء پر اختلاف رونما ہوا ہے، چنانچہ شوافع نے اپنے اُصولِ ترجیح اور حمل روایات کے پیش نظر مطلق روایات کو مقید پر محمول کیا ہے۔

جمع الجوامع في علم أصول الفقه لتاج الدين ابن السبكي الشافعي میں ہے:

حمل المقيد على المطلق، فإن كانا منفيين فقائل
المفهوم يقيده به وهو خاص وعام، وإن كان أحدهما
أمراً والآخر نهياً، فالمطلق مقيد بضد
الصفة وإن اختلف السبب، فقال أبو حنيفة: لا يحمل.

(ص ۳۲۵، مسألة المطلق والمقيد، ط: دار الفكر)

—(جاری ہے)—

تسہیل الوصول الی علم الأصول للشیخ عبدالرحمٰن عید المحلاوی میں ہے:

وإن اتحد الحکم: فإما أن یکون منفیاً أو مثبتاً
---- فإن کان مثبتاً: فإما أن تختلف الحادثة
أو تتحد، فإن اختلفت ---- فالحکم واحد
---- فذهب کافة الحنفیة إلی عدم جواز الحمل،
وهو مذهب أکثر المالکیة، وذهب جمهور الشافعیة
إلی التقیید، وذهب جماعة من محققی الشافعیة إلی أنه
یجوز تقیید المطلق بالقیاس علی ذالك المقید۔

(ص ۱۲۵، ۱۲۶، مبحث المطلق والمقید، ط: دار الحدیث القاهرة)

اُصول کی کتاب نور الأنوار میں ہے:

والمطلق محمول علی المقید ----
وإن کانا فی حادثتین عند الشافعیؒ۔

(ص ۱۶۹، ط: رحمانیہ / کذا فی منتخب الحسامی ص ۶۰، ط: حقانیہ)

یعنی اسباب و شروط میں امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا، اگرچہ (دو حادثہ کیوں نہ ہو)، زیرِ بحث مسئلے میں ان کے مذکورہ اصول پر یہ رائے متفرع ہوئی کہ اسبالِ ازار اگر تکبر کی نیت سے ہو تو مکروہ تحریمی ہے اور اگر بغیر تکبر کے ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ لہٰذا روایاتِ مطلقہ کو روایاتِ مقیدہ پر محمول کیا جائے گا، چنانچہ العرف الشذی اور شرح النواوی کے حوالے سے ملاحظہ ہو۔

العرف الشذی میں ہے:

فی کتب الحنفیة النهی عن جرّ الإزار بلا تقیید
وفی کتب الشافعیة أن النهی عن جرّ الإزار خیلاء،
وقال الحنفیة إن قید خیلاء واقعی، وقال الشافعیة إنه احترازی۔

(ص ۳۰۴/۱، أبواب اللباس، باب ما جاء فی کراهیة جرّ الإزار، ط: قدیمی)

(جاری ہے)

شرح النووی علی الصحیح للإمام مسلم میں ہے:

فما نزل عن الکعبین فهو ممنوع، فإن کان للخیلاء

فهو ممنوع منع تحریم، وإلا فمنع تنزیه،

وأما الأحادیث المطلقة بأن ما تحت الکعبین

فی النار فالمراد بها ما کان للخیلاء، لأنه

مطلق، فوجب حمله علی المقید واللہ أعلم۔

(ص ۱۹۵/۲، کتاب اللباس، باب تحریم جر الثوب خیلاء، ط: قدیمی)

جبکہ دوسری طرف احناف کے اُصول کے مطابق اسباب و شروط میں مطلق اپنے اطلاق پر اور مقید اپنی تقیید پر رہتا ہے اور مطلق کو مقید پر محمول کرنا جائز نہیں ہوتا، چاہے ایک واقعہ میں ہو یا دو میں، کیونکہ بغیر کسی تضاد و منافات کے دونوں پر عمل ممکن ہوتا ہے، لہذا مطلق اور مقید دونوں ہی قسم کی نصوص پر حالت نص (اطلاق و تقیید) کو برقرار رکھتے ہوئے عمل کرنا ضروری اور واجب ہوتا ہے، جس کی مزید وضاحت ہم بعد میں امام تمرتاشی غزی حنفی، علامہ امیر کاتب اتقانی اور کتاب منتخب الحسامی سے ذکر کریں گے۔

حنفیہ کے اصول کے مطابق شوافع کا ذکر کردہ بالا اصول کا شمار وجوہِ فاسدہ میں سے ہے۔

دار الافتاء

نور الأنوار میں ہے:

والمطلق محمول علی المقید، هذا وجه

ثالث من الوجوه الفاسدة ---- وإن کانا

فی حادثتین عند الشافعی رح ---- وعندنا

لا یحمل المطلق علی المقید وإن کانا فی حادثة

واحدة لإمکان العمل بهما، إذ لا تضاد

ولا تنافی بینهما۔

(ص ۱۶۹، ۱۷۰، ط: رحمانیہ)۔

آگے ملا جیون رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

يعني إن ما قلنا إنه يحمل المطلق على المقيد في الحادثة الواحدة أو الحكم الواحد، إنما هو إذا ورد في الحكم للتضاد، وأما إذا وردا في الأسباب أو الشروط فلا مضايقة فيه ولا تضاد فيمكن أن يكون المطلق سبباً بإطلاقه والمقيد سبباً بتقييده۔

(ص ۱۷۱، ط: رحمانیہ)۔

تکبر کی علامت اور ایک اہم اصول:۔

یہ ملحوظ رہے کہ تکبر ایک امر خفی و باطنی چیز ہے، جس کا پتہ لگانا بسا اوقات خود متکبر کو بھی نہیں ہوتا کہ میں تکبر میں مبتلا ہوں، ایسے مواقع پر جہاں امور منضبط نہیں ہو سکتے، تو وہاں شریعت باطنی اور خفی امور کی بجائے ظاہر کو دیکھتی ہے اور ممانعت کا مدار ایسے امور پر رکھنے کی بجائے ظاہری علامت قرار دیتی ہے جو کہ یہاں پر وہ علامت ٹخنوں سے نیچے ازار کا ہونا ہے، جب یہ ظاہری علامت پائی جائے گی، تو سمجھیں گے کہ تکبر ہے اور اس ظاہری عمل پر ممانعت کا حکم لگایا جائے گا اور اس پر گناہ مرتب ہوگا۔

بسا اوقات نصوص میں علت مصرح نہیں ہوتی، وہاں مجتہد اپنے اجتہاد سے علت تلاش کرتا ہے، علت معلوم کرنے کے عمل کو مناط کہتے ہیں، جس کی تین اقسام ہیں تحقیق المناط، تخریج المناط اور تنقیح المناط۔

مناط کی ان اقسام میں سے تنقیح المناط اصولیین کے ہاں یہ ہے کہ شارع نے حکم بنایا، مگر علت کی تصریح نہیں کی، تو مجتہد علت تلاش کرتا ہے، اب وہاں کئی اوصاف ہوتے ہیں، بعض میں علت کی صلاحیت تھی اور بعض میں نہیں، تو ایسے مواقع میں مجتہد ایک علت کو ترجیح دیتا ہے، اسی طرح زیر بحث مسئلے میں احادیث مقیدہ میں مذکورہ قید یا اتفاقی ہے اور احترازی نہیں، یا یہ قید بطور حکمت کے ہے، نہ کہ بطور علت کے، یعنی تکبر کو بوجہ امر خفی و باطنی کے علت نہیں بنایا جا سکتا، لہذا

(جاری ہے)

تنقیح المناط کی رُو سے علت ظاہری علامت (ٹخنوں سے نیچے ازار کا ہونا) کو علت قرار دے کر احادیث مقیدہ بالخیلاء کا مقصد اسبال ازار کے گناہ کی شدّت کو بیان کرنا ہے۔

معارف السنن للشیخ محمد یوسف بنوریؒ میں ہے:

وأما تنقیح المناط: فهو ما یحکم الشارع في مسألة خاصة لم یکن غرضه منوطاً بهذه الجزئیة بل یرید قاعدة کلیة، وإنما مثلها في صورة جزئیة وتجتمع هناك أوصاف بعضها یصلح للعلیة وبعضها لا یصلح، فتنقیح المجتهد وصفاً من بینها لإناطة الحکم هو تنقیح المناط، حتی یدور الحکم مع هذا الوصف مطرداً. إن شئت فقل هو: حذف صفات غیر مؤثرة في محل الحکم لا مدخل لها في العلیة وإبقاء ما له مدخل فیها.

(ص ۶۳، باب ما جاء أن مفتاح الصلاة الطهور، ط: سعید)

ذیل میں چند دلائل اور مزید اصول ملاحظہ ہوں، جن سے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا مطلقاً ممنوع ثابت ہوتا ہے۔

۱ــــ قسم اول کی احادیث سے معلوم ہوا کہ تکبر سے اس قدر لمبا لباس یا تہبند، شلوار، پاجامہ وغیرہ پہننا تو ٹخنوں سے نیچے ہو یا اتنا لمبا نہ ہو لیکن کوئی تکبر سے اس کو اتنا نیچے کر دے کہ ٹخنوں پر یا اس سے نیچے تک لٹکے، یہ حرام ہے جیسا کہ نفس تکبر حرام ہے، خواہ اس کا اظہار کسی بھی شکل میں ہو، اس نوع کی احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس طرح تکبر سے کپڑا لٹکانے والا اللہ کی نظر سے گر جاتا ہے، قیامت کے دن بھی ایسے (تکبر سے کپڑا لٹکا کر بغیر توبہ مرنے والے) لوگوں کی طرف اللہ پاک نظرِ رحمت نہیں فرمائیں گے۔

(جاری ہے)

۲ــــــ قسم دوم کی احادیث سے معلوم ہوا کہ شلوار، پاجامہ وغیرہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانا حرام ہے، پہلی اور دوسری قسم کی احادیث کے درمیان کوئی تعارض یا منافات نہیں ہے، تعارض یا منافات تو اس کو کہتے ہیں کہ ایک قسم کی احادیث پر عمل کرنے سے ثانی قسم کی احادیث کو ترک کرنا لازم آئے، یہاں پہلی قسم کی احادیث میں تکبر سے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والوں کا ذکر ہے اور ان کے کارِ بد کی جزاء کا بیان ہے، جبکہ دوسری قسم کی احادیث میں مطلق لٹکانے والوں کا ذکر اور ان کے اس فعلِ بد کی جزاء کا بیان ہے، یعنی ٹخنوں سے نیچے کپڑا، شلوار وغیرہ لٹکانے والے دو قسم کے لوگ ہیں۔

۱۔ بہ نیت تکبر لٹکانے والے ۲۔ بلا نیت تکبر سے لٹکانے والے۔

تو پہلی قسم کی احادیث میں پہلی قسم کے لوگوں کا ذکر ہے کہ ایسے لوگوں کی طرف قیامت کے روز اللہ تعالیٰ دیکھیں گے بھی نہیں، اور دوسری قسم کی احادیث میں دوسری قسم کے لوگوں کا ذکر ہے کہ اس طرح کے لوگوں کے ٹخنوں کا ڈھکا حصہ جہنم میں جلے گا، جب دونوں قسم کی احادیث کا تعلق الگ الگ طبقے سے ہے تو دونوں پر مستقل عمل کرنا بھی ضروری ہوگا، کسی میں تاویل کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہوگی، یہی فقہائے احناف کا مذہب ہے۔

امام تمرتاشی غزی حنفی (متوفی ۱۰۰۴ھ) لکھتے ہیں:

المطلق وهو ما دل على بعض أفراد شائع لا قيد معه، ولا يحمل على المقيد وإن كانا في حادثتين أو في حادثة لإمكان العمل بهما إلا أن يكونا في حكم واحد۔

(الوصول إلى قواعد الأصول للإمام التمرتاشي ص ۲۹۴)۔

یعنی پہلی قسم کی احادیث میں تکبر کی قید کو اگر احترازی (شرطیہ) تسلیم کرلیں، تو اس صورت میں پہلی اور دوسری قسم کی احادیث کا تعلق الگ الگ طبقے کے لوگوں سے ہوگا، اور ان کی جزائیں بھی گویا اسی لئے مختلف ہوئیں، یعنی پہلی قسم کی احادیث میں تکبر سے کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا یہ سبب ہے اللہ کی نظرِ رحمت سے، اور قیامت کے روز محروم رہنا یہ اس کی جزا (اخروی حکم) ہے اور دوسری قسم کی احادیث میں مطلق ٹخنوں

(جاری ہے)

سے نیچے کپڑا لٹکانا یہ سبب ہے، کپڑا سے ڈھکے ہوئے ٹخنے اور قدم کا جہنم میں جلنا اس کی جزاء (اخروی حکم) ہے۔

اسی طرح زیر بحث مسئلے میں سبب (واقعہ) بھی مختلف ہیں اور جزا (حکم) بھی مختلف، اور صرف حکم مختلف ہونے سے ہی فقہائے احناف کے ہاں مطلق کو مقید پر محمول کرنا جائز نہیں رہتا، بلکہ اس طرزِ استدلال کو فقہائے احناف نے وجوہِ فاسدہ میں یعنی فاسد استدلالوں میں شمار کیا ہے چنانچہ

منتخب الحسامی میں ہے:

ومن الناس من عمل في النصوص بوجوه أخر هي فاسدة عندنا ---- ومن هذه الجملة ما قال الشافعيؒ إن المطلق محمول على المقيد وإن كانا في حادثتين ---- وعندنا لا يحمل المطلق على المقيد وإن كانا في حادثة بعد أن يكونا في حكمين لإمكان العمل بهما.

(ص ۵۴، ۶۰، ۶۱، ط: المكتبة الحقانية)

علامہ امیر کاتب اتقانیؒ لکھتے ہیں:

وفي حمل المطلق على المقيد إضافة النفي إلى الموجب وإبطال الإطلاق أيضاً فكان خطأ من وجهين.

(الشامل شرح البزدوی ص ۱۸۴/۲)۔

نیز اگر کسی حدیث سے یہ ثابت ہو جائے کہ تکبر سے کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکانے پر جو وعید آئی ہے، وہی وعید مطلق کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کے بارے میں بھی آئی ہے اور اس طرح دونوں پر ایک ہی جزا (ایک ہی حکم) مرتب ہوئی ہے، تو بھی کوئی حرج نہیں، کیونکہ قسم اول سے متعلق احادیث میں جو تکبر کی قید آئی ہے، وہ قید سبب (جرِ ازار) پر داخل ہے اور فقہائے احناف کا اصول یہ ہے کہ اگر اطلاق اور تقیید سبب پر داخل ہوں، تو بھی مطلق کو مقید پر محمول کرنا جائز نہیں، بلکہ مطلق اور مقید

(جاری ہے)

دونوں ہی قسم کی نصوص پر حالتِ نص (اطلاق وتقیید) کو برقرار رکھتے ہوئے عمل کرنا اس صورت میں بھی ضروری ہے۔

منتخب الحسامی میں ہے:

وکذالک إذا دخل الإطلاق والقید
في السبب یجري کل واحدٍ منھما علیٰ سننہ۔

(ص ۱۶۳، ط: المکتبۃ الحقانیۃ)

۳ــــــ قسم اول کی احادیث میں تکبر کی قید اتفاقی (امر واقعی کے طور پر) ہے، احترازی (شرطیہ) نہیں۔

أولاً: ــــ

تو اس وجہ سے کہ فقہائے احناف کا اصول یہ ہے کہ وصف خاص سے موصوف شے کی طرف کسی حکم کی نسبت اس پر دلالت نہیں کرتی کہ جب وہ وصفِ خاص نہ ہو تو وہ حکم بھی نہیں ہوگا، اگرچہ نفسِ شے (بلا وصفِ خاص) موجود ہو، چنانچہ علامہ تمرتاشی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

الحکم إذا أضیف إلیٰ مسمّی بوصفٍ خاصٍ أو علق
بشرطٍ خاصٍ لم یکن دلیلاً علیٰ نفي الحکم عند عدم
الوصف أو الشرط عندنا خلافاً للشافعي رحمہ اللہ۔

(الوصول إلیٰ قواعد الأصول ص ۲۴۲)۔

لہذا قسم اول کی احادیث میں جو تکبر کے وصف کے ساتھ جرّ ازار (کپڑا لٹکانے) کی ممانعت آئی ہے اس سے یہ مفہوم مخالف اخذ کرنا قطعاً درست نہیں کہ وصف تکبر نہ پائے جانے کی صورت میں جرِّ ازار کی ممانعت اور اس کی حرمت نہیں رہے گی، یہ تو وصف کے مفہوم مخالف سے (نص کے اندر) استدلال ہے اور اس کو فقہائے احناف نے وجوہِ فاسدہ میں شمار کیا ہے۔

(جاری ہے)

منتخب الحسامی میں ہے:

ومن الناس من عمل فی النصوص بوجوہ أخرھی فاسدۃ
عندنا --- ومنھا ماقال الشافعیؒ إن الحکم متی
علق بشرطٍ أو أضیف إلی مسمّی بوصفٍ خاصٍ أوجب نفی
الحکم عند عدم الشرط أو الوصف۔
(ص۵۴، ۵۵، ط: المکتبۃ الحقانیۃ)۔

ثانیاً: (جوکہ علمائے احناف کے مذکورہ بالا اُصول کی صحت کی بھی دلیل ہے)
وہ کثیر روایات جن میں تکبر کی قید کے بغیر ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے پر جہنم کی وعید آئی ہے اور بغیر وعید کپڑا لٹکانے سے جن روایات میں منع کیا گیا ہے وہ بھی اس پر دلالت کرتی ہیں کہ تکبر کی قید جن روایات میں ہے، وہ محض اتفاقی اور بیانِ امرِ واقعی کے طور پر ہے احترازی اور شرطیہ قید نہیں ہے۔

ثالثاً:
محدثین نے تکبر کی قید والی روایات کو بھی لباس کے باب میں ذکر کیا ہے، جبکہ اس قید کو احترازی اور شرطیہ ماننے کی صورت میں ان روایات کا تعلق تکبر کی مذمت کے باب سے ہو جائے گا، نہ کہ لباس کے باب سے، معلوم ہوا کہ محدثین نے بھی اس قید کو اتفاقی تسلیم کیا ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ فیض الباری میں لکھتے ہیں:

وجرّ الثوب ممنوع عندنا مطلقاً فھو إذن من
أحکام اللباس وقصر الشافعیۃ النھی علی قید
المخیلۃ فإن کان الجرّ بدون التکبر فھو جائز،
وإذن لا یکون الحدیث من أحکام اللباس والأقرب
ما ذھب إلیہ الحنفیۃ لأن الخیلاء

(جاری ہے)

ممنوع فی نفسہ ولا اختصاص لہٗ بالجر۔
(ص۲/۲۶۷، کتاب اللباس، قبیل باب من جر ازارہ من غیر خیلاء ط: دار الکتب العلمیۃ)

رابعاً:

وہ روایات جن میں تکبر کے علاوہ دوسری وجوہ و اعذار کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکانے پر بیان کیے گئے، مگر پھر بھی آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے کپڑا لٹکانے کی اجازت نہیں دی، اگر تکبر پر مدار ہوتا، تو ان اعذار کو سبب بنانے کی صورت میں کپڑا لٹکانے کی اجازت ضرور مل جاتی، مگر آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے اس تکبر کے علاوہ دوسری وجوہ بتانے والوں کو کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کی اجازت نہیں دی، بلکہ سختی سے منع فرمایا، ان روایات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تکبر کا ذکر جن روایات میں ہے وہ محض بیان امر واقعی کے طور پر ہے، شرطیہ نہیں۔

خامساً:۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکاتے دیکھ کر جن صحابہؓ کو منع کیا، ان میں سے کسی سے یہ نہیں پوچھا کہ آپ تکبر سے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکاتے ہیں، یا کسی عادت، عذر وغیرہ کی وجہ سے؟ اسی طرح حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن عمر وغیرہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نکیر کے واقعات احادیث مبارکہ میں آئے ہیں، ان میں بھی تکبر و عدم تکبر کی تفصیل معلوم کیے بغیر ہی مطلق کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکانے سے منع کیا گیا ہے جو تکبر کے ذکر کے اتفاقی ہونے کی واضح دلیل ہے، اس قبیل سے متعلق واقعات اور روایات کا تعلق قسم چہارم والی احادیث سے ہے جن کو ہم نے ذکر کیا ہے

۴ــــــ قسم سوم والی احادیث سے معلوم ہوا کہ شریعت نے کپڑا لٹکانے کو تکبر کی علامت اور نشانی قرار دے کر اسی (کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکانے) کو سبب ممانعت بنایا ہے، اور ممانعت کو اس کپڑا لٹکانے کی طرف منسوب کر دیا ہے یعنی تکبر جو ایک امر باطنی ہے، کپڑا لٹکانے کو شریعت نے اس (تکبر) پر حجت اور اس کا قائم مقام ٹھہرایا ہے اور اس بارے میں فقہائے احناف کا اصول یہ ہے کہ:

متی قام السبب مقام الباطن یدار

(جاری ہے)

الحکم معه وجوداً وعدماً۔
(القواعد والضوابط ص ۴۹۴، البنایة ص ۳۲۵ ج ۶)۔

اسی اُصول کی رُو سے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا جو کہ حدیث مذکورہ سابقہ کی رُو سے تکبر کا قائم مقام ہے اس کا وجود گویا تکبر کا وجود ہوگا، اور عین تکبر ممنوع اور حرام ہے، لہذا اس کا قائم مقام (ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا) بھی حرام ہوگا، اس لئے کہ حسب اُصول مذکورہ اس جیسے امور میں اثر ظاہری کا وجود اثر باطنی کا وجود ہوتا ہے، یا یوں کہیں کہ قائم مقام کا وجود اصل شے کا وجود ہوتا ہے اور اصل شے پر جو حکم مرتب ہوتا ہے، اس کے قائم مقام پر بھی بعینہ وہی حکم مرتب ہوتا ہے۔

فتاوی شامی میں ہے:

(قولہ لو للتکبر تکرہ) والخرقة المتقومة دلیل الکبر۔
(ص ۳۶۳ ج ۶، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس، ط: سعید)

یعنی اگر میل وغیرہ صاف کرنے کا رومال تکبر کے لئے رکھے تو مکروہ ہے اور قیمتی قسم کا رومال تکبر کی دلیل ہے، مطلب یہ ہے کہ رومال رکھنے والے سے پوچھنے کی ضرورت نہیں، رومال کی حیثیت سے ہی تکبر ہونے نہ ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا۔

۵۔ تکبر کی قید والی احادیث محتمل ہیں کہ قید میں اشتراط واتفاق (شرطیہ اور اتفاقیہ) دونوں ہونے کا احتمال ہے، جبکہ حنفیہ کے اُصول کی رُو سے تکبر کی قید سے خالی احادیث غیر محتمل ہیں، لہذا غیر محتمل روایات پر عمل کیا جائے گا اور محتمل میں غیر محتمل روایات کے مطابق تاویل کی جائے گی، یعنی غیر معارض احتمال لیا جائے گا، تاکہ کسی حدیث کا ترک لازم نہ آئے۔

نیز "الزائد مردود الی الناقص" کا تقاضا بھی یہی ہے۔

یہ چند بنیادی دلائل اور اُصول تھے جن سے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا مطلقاً ممنوع ثابت ہوا۔

(جاری ہے)

نیز تکبر کی حرمت کسی خاص صورت کے ساتھ خاص نہیں ہے، مثلاً ایسا نہیں ہے کہ شلوار، پاجامہ یا تہبند وغیرہ لٹکانے کے ساتھ حرام ہونا خاص ہے، کسی اور صورت میں نہیں، بلکہ تکبر کی تمام تر شکلیں حرام ہیں، اگر تہبند وغیرہ چڑھا کر انسان تکبر کرے تو وہ بھی حرام ہی ہوگا، حقیقت تو یہ ہے کہ جہنم کی وعید ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے پر جن احادیث میں وارد ہوئی ہے، وہ تو بیشتر سب مطلق ہیں کہ "تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہوگا، وہ جہنم میں جائے گا" اور اللہ تعالیٰ کی نظر سے گرجانے کی وعید کی احادیث تکبر کی قید کے ساتھ مقید ہیں کہ تکبر سے تہبند لٹکانے سے انسان اللہ کی نظر سے گر جاتا ہے، کیونکہ جو اپنے آپ کو جتنا بڑا سمجھتا ہے اللہ اس کو اتنا بے حیثیت کر دیتا ہے۔

اور مطلق روایات کا مطلب یہ ہے کہ متکبرانہ وضع قطع اختیار کرنے سے وہ متکبرانہ طرز والی جگہ (مثلاً ٹخنے) جہنم کی مستحق ٹھہرتی ہے، دونوں مستقل نوع کی احادیث ہیں، اور حنفیہ کے اصول کے مطابق نص مطلق کو نص مقید سے مقید نہیں کیا جاتا، بلکہ دونوں کو الگ الگ شمار کیا جاتا ہے، مطلق کو مشروط اور مقید نص کی بناء پر مقید قرار دینا جائز نہیں، اگرچہ مطلق و مقید دونوں نص ایک ہی مسئلہ کے بارے میں ہوں۔

الغرض تہبند، پاجامہ وغیرہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانا ممنوع ہے، اس میں تکبر ہونا شرط نہیں، امام بخاری جیسے مدققانے تکبر سے تہبند لٹکانے کی ممانعت اور وعید پر مشتمل احادیث کو لباس کے باب میں ذکر کیا ہے، اگر تکبر اس وعید کا مدار ہوتا تو تکبر کے باب میں ان احادیث کو ذکر فرماتے، جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت یہ ہے کہ معمولی مناسبت کی وجہ سے کسی حدیث کو کسی باب میں ذکر کر دیتے ہیں، مگر تہبند کو تکبر سے لٹکانے کی وعیدوں والی احادیث کو لباس کے باب میں ذکر کرکے گویا یہ بتا دیا کہ ان احادیث کا مقصد تکبر کی مذمت نہیں، بلکہ ٹخنوں سے نیچے تہبند وغیرہ لٹکانے کی شناعت بیان کرنا ہے اور احادیث میں تکبر کا ذکر محض امر واقعی کے بیان کے طور پر ہے، شرطیہ کے طور پر نہیں، جیسے قرآن کریم میں لے پالک بچیوں سے نکاح کے جواز کے ذکر کے ساتھ یہ مذکور ہے کہ "جو کہ تمہاری پرورش میں ہیں" حالانکہ "جو کہ" کے بعد جو وصف مذکور ہے

تقییدی یعنی شرط کے طور پر نہیں، بلکہ امر واقعی کے طور پر ذکر ہوا ہے کہ لے پالک بچیاں عام طور پر آدمی کی پرورش میں ہی ہوتی ہیں۔

اسی طرح عام طور پر ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا چونکہ تکبر کا نتیجہ ہوتا ہے اسلئے احادیث میں تکبر کا ذکر آگیا ہے، اگر تکبر نہ ہو تب بھی ایسا لٹکانا گناہ عظیم کا باعث ہے۔

البتہ کسی کے ٹخنے پر یا اس سے نیچے کوئی ایسا زخم یا مرض ہو جس پر مکھی وغیرہ بیٹھ کر اس کو تکلیف پہنچاتی ہے اور کپڑا اس ٹخنے سے نیچے لٹکاکر چھپانے کے علاوہ اور کوئی صورت اس تکلیف سے بچنے کی نہ ہو تو پھر ضرورت کی حد تک شرعاً کپڑا لٹکانے کی اجازت ہوگی جیسے کوئی علاج نہ ہونے پر حرام چیز سے بھی علاج کی شرعاً اجازت ہے۔

اسی طرح اگر غیر اختیاری طور پر بے خیالی اور غفلت کی بناء پر کسی وقت ڈھیلا ہو کر لٹک جائے تو پھر گناہ نہیں ہوگا، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس کے لٹک جانے پر اس کی اصلاح میں ٹال مٹول نہ کرے بلکہ تنبہ ہوتے ہی اس کی اصلاح کرلے

علامہ بدرالدین عینیؒ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں لکھتے ہیں:

یجوز لدفع ضرر یحصل له، کأن یکون تحت کعبیه جراح أو حکة أو نحو ذالك إن لم یغطها تؤذیه الهوام کالذباب ونحوه بالجلوس علیها ولا یجد ما یسترها به إلا إزاره أو رداءه أو قمیصه، وهذا کما یجوز کشف العورة للتداوي وغیر ذالك من الأسباب المبیحة للترخص.

(ص ۲۳۶ / ج ۲۱، کتاب اللباس، باب من جر إزاره من غیر خیلاء، ط: رشیدیہ)

شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی میں لکھتے ہیں:

"ٹخنوں سے نیچے لنگی یا پاجامہ وغیرہ کا لٹکانا حرام ہے، لیکن علمائے ضرورت کو اس سے مستثنیٰ کیا ہے، کہ اگر کسی شخص کے ٹخنے میں پھنسی ہو جس سے مکھی وغیرہ بیٹھتی

(جاری ہے)

ہے، ایسے شخص کو اس کی حفاظت کے لئے لنگی یا پاجامہ
لٹکا لینا جائز ہے، جب تک کہ زخم اچھا ہو۔"
(ص ۹۸، باب ما جاء فی صفۃ ازار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ط: نور محمد اصح المطابع)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ "فتح الملہم شرح صحیح مسلم" میں لکھتے ہیں:

والإسبال عندنا ممنوع ولو كان من غير الخيلاء إلا أن يكون من غير اختياره لعدم التعاهد والغفلة عنه بسبب المشي أو غيره بشرط أن لا يتمادى على ذالك ويتداركه بعد التنبيه، أما استرخاء أحد شقي إزار أبي بكر، فإنما كان لعدم التعاهد منه رضي الله عنه كما وقع عند البخاري في كتاب اللباس.

(ص ۱۳۵، ۱۳۶/۲، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم إسبال الإزار، ط: دار العلوم کراچی)

مذکورہ بیان کردہ اعذار کے علاوہ مذکورہ تفصیلات سے معلوم ہوا کہ حنفیہ کے ہاں اسبال ازار مطلقاً ممنوع ہے۔

حنفی اور شافعی مسالک اپنے اصول و فروع کے امتیاز کے باوجود خلط ملط ہوئے بایں طور پر کہ حنفی کتب میں حنفی اصل و فرع اپنی جگہ برقرار اور غیر مشتبہ رہنے کی بجائے شافعی مذھب فقہ حنفی کا حصہ اور بعض علمائے احناف کی رائے عام ہونے لگا، اور انہوں نے وہی رائے اختیار کی جو حنفی کی بجائے شافعی اصول کے مطابق ہے جیسا کہ یہی رائے استفتاء میں ذکر کردہ بعض علمائے کرام کی بن چکی ہے۔

ہمارے بعض علمائے احناف کی کتب میں شوافع کا مذھب نقل میں تسامح کی بناء پر حنفی مذھب کر کے پیش کیا گیا ہے جن کتب میں اسبال ازار سے متعلق کراہت کی تقسیم کا ذکر ہے کہ اگر تکبر کے ساتھ ہو تو حرام یا مکروہ تحریمی ہے اور اگر تکبر کے بغیر ہو تو مکروہ تنزیہی ہے تو ہماری تحقیق اور جستجو کے مطابق اسبال ازار کے معاملہ پر حنفی و شافعی آراء کا اختلاف نقل مذھب کے بعض معمولات کا نتیجہ ہے۔

(جاری ہے)

مثلاً کسی حنفی فقیہ نے شافعی مسلک کی روایت محض نقل وحکایت اور تعدد اقوال کے طور پر ذکر کی، یا کسی اور امر کی خاطر غیر مسلک کی روایت نقل کی اور بعد کے ناقلین نے اس منقول اور محکی روایت کو فقہ حنفی کی کتاب میں موجود ہونے کی بناء پر فقہ حنفی کی نقل کے طور پر ذکر کر دیا اور وہ نقل متعدد کتب میں نقل کی بناء پر فقہ حنفی کا مسلک مشتہر ہونے لگا، اور ایسی نقل در نقل متعدد کتابوں کا ایسا حصہ بن جاتی ہے کہ مذہب اور غیر مذہب کا امتیاز اوجھل ہو جاتا ہے اور یہ امر واقعی ہے کیونکہ یہ تو نقل کی بات ہے کبھی ایسا ہونا نقل میں غلطی کے نتیجے میں ہو جایا کرتا ہے چنانچہ علامہ ابن عابدین "شرح عقود رسم المفتی" میں فرماتے ہیں:

(قلت) وقد يتفق نقل قول في نحو عشرين كتاباً من كتب المتأخرين ويكون القول خطأ أخطأ به أول واضع له فيأتي من بعده وينقله عنه وهكذا ينقل بعضهم عن بعض كما وقع ذلك في بعض مسائل ما يصح تعليقه وما لا يصح.

(ص ٦، ط: قدیمی آرام باغ کراچی)

اب مسلک غیر سے ہماری کتب حنفیہ میں نقل در نقل خطأ اور درج کی چند مثالیں خاتمۃ المحققین السید محمد امین الشہیر بابن عابدین الشامی رحمہ اللہ کے حوالے سے ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ شرح عقود رسم المفتی میں ہے:

(ومن ذلك) مسألة ضمان الرهن بدعوى الهلاك فقد ذكر في الدرر وشرح المجمع لابن ملك أنه يضمن بدعوى الهلاك بلا برهان وتبعهما في متن التنوير، ومقتضاه أنه يضمن قيمته بالغة ما بلغت وبه أفتى العلامة الشيخ خير الدين وأنه لا يضمن شيئاً إذا برهن مع أن ذلك مذهب الإمام مالك، ومذهبنا ضمانه بالأقل من قيمته

ومن الدين بلا فرق بين ثبوت الهلاك ببرهان وبدونه۔
(ص۸، ط: قدیمی، آرام باغ کراچی)

وفیہ أیضاً:

(ومن) ذالك مسئلة عدم قبول توبة الساب للجناب الرفيع صلى الله تعالى عليه وسلم، فقد نقل صاحب الفتاوىٰ البزازية أنه يجب قتله عندنا ولا تقبل توبته وإن أسلم وعزا ذالك إلى الشفاء للقاضي عياض المالكي والصارم المسلول لابن تيمية الحنبلي، ثم جاء عامة من بعده وتابعه على ذالك وذكروه في كتبهم حتى خاتمة المحققين ابن الهمام وصاحب الدرر والغرر مع أن الذي في الشفاء والصارم المسلول أن ذالك مذهب الشافعية والحنابلة وإحدى الروايتين عن الإمام مالك مع الجزم بنقل قبول التوبة عندنا وهو المنقول في كتب المذهب المتقدمة ككتاب الخراج لأبي يوسف وشرح مختصر الإمام الطحاوي والنتف وغيرهما من كتب المذهب۔
(ص۸۲، ط: قدیمی آرام باغ کراچی)

الدر المختار میں ہے:

وقد سمعت من مفتي الحنفية بمصر شيخ الإسلام ابن عبد العال أن الكمال وغيره تبعوا البزازي، والبزازي تبع صاحب (السيف المسلول) عزاه إليه ولم يعزه لأحد من علماء الحنفية وقد صرح في النتف ومعين الحكام وشرح الطحاوي وحاوي الزاهدي وغيرها بأن حكمه كالمرتد۔

(جاری ہے)

وفي الشامية:

فقد علم أن البزازي قد تساهل غاية التساهل في نقل
هذه المسألة وليته حيث لم ينقلها عن أحدٍ من
أهل مذهبنا بل استند إلى ما في الشفاء والصارم
أمعن النظر في المراجعة حتى يرى ما هو صريح في
خلاف ما فهمه ممن نقل المسألة عنهم ولا حول ولا قوة
إلا بالله العلي العظيم، فلقد صار هذا التساهل
سبباً لوقوع عامة المتأخرين عنه في الخطأ حيث
اعتمدوا على نقله وقلدوه في ذلك ولم ينقل
أحد منهم المسألة عن كتاب من كتب الحنفية، بل
المنقول حدوث هذا القول من البزازي في كتبنا
وكتب غيرنا خلافه ـ ـ ـ فقد تحرر
أن المذهب كمذهب الشافعي قبول توبته كما
هو رواية ضعيفة عن مالك وأن تحتم قتله مذهب
مالك وما عداه فإنه إما نقل غير أهل المذهب،
أو طرة مجهولة لم يعلم كاتبها فكن على بصيرة
في الأحكام، ولا تغتر بكل أمرٍ مستغربٍ وتغفل
عن الصواب، والله تعالى أعلم اهـ ـ ـ ـ ـ ـ

وبالجملة قد تتبعنا كتب الحنيفية
فلم نجد القول بعدم قبول توبة الساب
عندهم سوى ما في البزازية، وقد علمت
بطلانه ومنشأ غلطه أول الرسالة، اهـ.

(ص ٢٣٥،٢٣٣ كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب مهم في حكم ساب الأنبياء الخ، ط: سعيد)

(جاري ...)

دار الإفتاء

شرح عقود رسم المفتی میں ہے:

(ولهذا) الذی ذکرنا، نظائر کثیرة اتفق
فیها صاحب البحر والنهر والمنح والدر المختار
وغیرهم وهی سهو منشأها الخطأ فی النقل
أو سبق النظر نبهت علیها فی حاشیتی رد المحتار۔

(ص۸، ط: قدیمی آرام باغ کراچی)۔

الغرض اسبال ازار یا جر ثوب سے متعلق وارد شدہ متعدد روایات حنفی اصول کے مطابق قیود احترازی نہیں ہے بلکہ وہ ایسی اوصاف زائدہ کے قبیل سے ہیں جو اسبال ازار کے حکم کے لئے علت کے طور پر مذکور نہیں، اس لئے جر ثوب کو مستقل گناہ کہا گیا، اور تکبر وخیلاء کو مستقل گناہ قرار دیا گیا۔

نیز محدثین کے اسلوب بیان سے بھی یہی مترشح ہو رہا ہے کہ جر ثوب اور اسبال ازار والی احادیث کا تعلق "لباس" کے شرعی وغیر شرعی ہونے سے ہے تکبر اور عدم تکبر کی علت پر منحصر نہیں ہے، جیسا کہ امام بخاریؒ کے اسلوب کے حوالے سے ابھی گزرا۔

باقی جہاں تک احناف کی کتب میں کراہت تنزیہی کا قول مذکور ہے یا اسبال ازار کے عدم جواز کو تکبر کی قید کے ساتھ مقید کرنے کا ذکر ملتا ہے تو اس کی معقول اور متداول وجہ یہی ہے جیسا کہ ہم ذکر کر کے آئے ہیں کہ ناقلین نے شوافع کا مسلک اپنی کتب میں نقل میں تسامح کی بناء پر ذکر کیا ہے جسے بعد کے ناقلین نے شوافع کی نقل کی بجائے فقہ حنفی کی نقل قرار دیا جو کہ نقل در نقل غلطی کے قبیل سے ہے یا کم از کم ان کتب کا ذکر کردہ عبارات کے اعتماد کرتے ہوئے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے۔

علی سبیل التنزل اگر مکروہ تنزیہی ہونے کا ثبوت مضبوط اور ٹھوس دلائل سے بھی مل جائے تب بھی فقہائے احناف کے مذکورہ اصول اس کے لئے رکاوٹ اور مانع ہیں، اور وہ اصول کبھی بھی مکروہ تنزیہی ہونے کے قول کی اجازت نہیں دیتے، فقہائے احناف کا اصل اور راجح مذہب یہی ہے کہ اسبال ازار مطلقاً مکروہ تحریمی یا حرام ہے۔

(جاری ہے)

بظاہر بریلوی مسلک کے مذکورہ عالم دین کے علمی مغالطہ کی وجہ بھی یہی ہے یعنی انہوں نے بعض نقول مذہب کو پیش نظر رکھا اور دیگر دلائل اور اصول مذہب کو نظر انداز کر دیا۔

دلائل کے وزن اور قوت کے اعتبار سے احناف کا مذہب جتنا مضبوط ہے، وہ روز روشن کی طرح عیاں ہے، اسی وجہ سے تو علامہ ابن العربی رحمہ اللہ مالکی نے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کے بارے میں حنفی مذہب کو دلائل کی قوت کی بناء پر راجح قرار دیا ہے، ورنہ مالکیہ کا مذہب وہ نہیں ہے جس کی انہوں نے تائید کی ہے (کما صرح بہ ابن عبد البر فی التمہید)۔
چنانچہ علامہ ابن حجر العسقلانیؒ ابن العربیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ چونکہ خیلاء (تکبر) کی صفت مجھ میں نہیں پائی جاتی، اس لیئے میں جر ثوب (ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا) کرتا ہوں، تو اس شخص کا یہ دعوی تسلیم نہیں کیا جائے گا، بلکہ اسبال ازار اس کے تکبر پر دال ہے چنانچہ
فتح الباری شرح صحیح البخاری میں ہے:

قال ابن العربي: لا يجوز للرجل أن يجاوز بثوبه كعبه ويقول: لا أجره خيلاء، لأن النهي قد تناوله لفظاً ولا يجوز لمن يتناوله اللفظ حكماً أن يقول: لا أمتثله لأن تلك العلة ليست فيّ، فإنها دعوى غير مسلمة بل إطالته ذيله دالة على تكبره اه ملخصاً. وحاصله أن الإسبال يستلزم جر الثوب، وجر الثوب يستلزم الخيلاء ولو لم يقصد اللابس الخيلاء۔

(ص ۳۲۴، كتاب اللباس، باب من جر ثوبه خيلاء، ط: دار الكتب العلمية)

عارضة الأحوذي شرح سنن الترمذي میں ابن العربیؒ نے اس مضمون کو ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

جر الإزار وإسباله حرام متوعد عليه بالنار
قال النبي صلى الله عليه وسلم إزرة المؤمن

(جاری ہے)

إلى انصاف ساقيه لاجناح عليه فيما بينه وبين الكعبين، ما كان أسفل من ذالك ففى النار ----

لا يجوز لرجل أن يجاوز بثوبه كعبه ويقول: لا أتكبر فيه لأن النهى قد تناوله لفظاً وتناول علته ولا يجوز أن يتناول اللفظ حكماً فيقال: إنى لست ممن يمتثله لأن تلك العلة ليست فيّ، فإنه مخالفة للشريعة ودعوى لا تسلم له بل من تكبره يطيل ثوبه وإزاره فكذبه معلوم فى ذالك قطعاً۔

(ص۱۹۲، کتاب اللباس، باب ما جاء فى كراهية جر الإزار، ط: دار الفكر)

(كذا فى تحفة الأحوذى ص۵ج۵، كتاب اللباس، باب ما جاء فى كراهية جر الإزار، ط: دار احياء التراث)

اسی طرح اس بات نے حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ کو اس پر مجبور کیا کہ وہ اپنے مذہب کے اُصولوں سے تو انحراف نہیں کر سکے تو دوسری طرف توجیہات اور کچھ دوسرے دلائل قائم کرکے فتح الباری میں ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کو مطلق حرام ثابت کیا اور ان دلائل کو فتح الباری کے حوالے سے شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اوجز المسالک میں نقل کیا ہے، حالانکہ احناف کا مذہب خارجی دلائل کا محتاج نہیں اور (حنفی اُصولوں کی رُو سے) غیر متعارض احادیث مذہب حنفی کی تائید میں موجود ہیں اور احناف کے مدلل اور ٹھوس اُصول بھی احادیث کے عین مطابق ہیں، جن سے احناف کا مذہب بالکل ہی واضح ہو جاتا ہے۔

یہ چند بنیادی دلائل اور اُصول تھے جن سے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا مطلقاً ممنوع ہونا ثابت ہوا، اب اس کی حرمت کے کچھ دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

۱ـــــ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے پر جہنم کی وعید اور اللہ تعالیٰ کی نظر سے گر جانا (جو کہ قیامت کے روز ذلت و خواری میں مبتلا ہونے کو مستلزم ہے) جو حدیث میں ہے، ان سب وعیدات شدیدہ کا تقاضا یہ ہے کہ یہ فعل بد حرام ہے۔

(جاری ہے)

مجمع الأنہر میں ہے:

قال ابن الساعدی فی بحث الحکم ---- أو لترک یصیر فعلہ سبباً لاستحقاق العقاب فتحریم۔

(ص ۱۷۸/۴، کتاب الکراھیۃ، ط: غفاریّۃ)

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح میں ہے:

والمراد ---- ما لا یحل لبسہ، وإلا لما رتب الوعید علیہ۔

(ص ۲۵۵/۸، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ط: امدادیّۃ)

۲ـــــ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کی ممانعت کی احادیث احناف کے اُصول کی رُو سے بالکل غیر متعارض ہیں، یعنی ساری روایات ممانعت پر متفق ہیں اور اس قسم کی روایات سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔

مجمع الأنہر میں ہے:

وفی الشرع (المکروہ) کراھۃ تحریم (إلی الحرام أقرب) عند الشیخین لتعارض الأدلۃ فیہ وتغلیب جانب الحرمۃ فیہ فیلزمہ ترکہ۔

(ص ۱۷۷/۴، کتاب الکراھیۃ، ط: غفاریّۃ)

مذکورہ عبارت کی رُو سے شیخین نے حرمت وعدم حرمت میں دلائل کے متعارض ہونے کی بناء پر عینِ حرام کی بجائے أقرب إلی الحرام قرار دیا، تو جب حرمت کے دلائل غیر متعارض ہوں، تو وہ فعل عینِ حرام ہوگا، باقی مفہوم مخالف فقہاء اور کلام الناس میں معتبر ہوتا ہے۔

۳ـــــ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے پر جو وعیدیں آئی ہیں، ان کے ثبوت پر سب کا اجماع ہے جو کہ حجت قطعیہ ہے اور دلائل بھی باعتبار أصول قطعی ہے اور جس کا ثبوت بھی قطعی ہو، اور دلائل بھی قطعی ہوں، تو اسی سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔

(جاری ہے)

مجمع الأنہر میں ہے:

کما فی الحرام ما منع عنہ بدلیلٍ قطعی وترکہ فرض۔

(ص ۱۷۸/۴، کتاب الکراھیۃ، ط: غفاریۃ)

معارف السنن للشیخ بنوری میں ہے:

ما کانت الدلالۃ علی الحکم الذی أرید إثباتہ قطعیۃ ویکون ثبوت النص قطعیاً أیضاً ------ یفید اثبات الفرضیۃ فی جانب الأمر والحرمۃ فی جانب النھی۔

(ص ۵۹/۱، باب ماجاء أن مفتاح الصلاۃ الطھور: ط: الکتبۃ النوریۃ)

۴ ـــــ ماقبل صرف اس موضوع کی چند احادیث کے مختلف متون کو پیش کیا گیا ہے، اگر مختلف اسانید کے ساتھ ان احادیث وعید کو پیش کیا جائے تو وہ اس عدد سے کہیں زیادہ ہوں گی اور ان کا مجموعہ یقیناً تواتر کو پہنچے گا اور متواتر سے ثابت نہی سے حرمت ثابت ہوتی ہے، اس لیئے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا حرام ہونا متعین ہے۔

علامہ محلاوی الوصول إلی علم الأصول میں رقمطراز ہیں:

الدلیل الشرعی عندنا نوعین قطعی وھو الکتاب والسنۃ المتواترۃ ------- والسنۃ المتواترۃ ---- --- یثبت بہ الفرض والحرمۃ۔

(ص ۱۸/ کذا فی رد المحتار ص ۹۵/۱، کتاب الطھارۃ، مطلب فی فرض القطعی والظنی ط: سعید)

۵ ـــــ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کی ممانعت کی احادیث کو اُمت مسلمہ کی طرف سے تلقی بالقبول حاصل ہے، چنانچہ ارباب صحاح کا اس نوع کی احادیث کی تخریج پر اتفاق اور ائمہ مجتہدین کا اس نوع کی احادیث کو قبول کرلینا اور تعامل امت اس کی واضح دلیل ہے، اور اس طرح کی احادیث سے حرمت اور فرضیت بھی ثابت ہوتی ہے، چنانچہ وقوفِ عرفہ کا فرض اور حج کا رکن ہونا صرف ایک ہی حدیث سے ثابت ہے،

(جاری ہے)

جس کو امت کی طرف تلقی بالقبول حاصل ہے اور اس کی وجہ سے رکنیت ثابت ہو رہی ہے۔
فتاویٰ شامی میں ہے:

قالوا إنه إذا كان متلقى بالقبول جاز اثبات الركن
به حتى ثبتت ركنية الوقوف بعرفات بقوله:
صلى الله عليه وسلم، الحج عرفة.

(ص۹۵/۱، كتاب الطهارة، مطلب في فرض القطعي والظني، ط: سعيد)

فقہائے احناف کی تصریحات:-

فتاویٰ ھندیہ میں ہے:

تقصير الثياب سنة واسبال الإزار والقميص
بدعة، ينبغي أن يكون الإزار فوق الكعبين إلى نصف
الساق، وهذا في حق الرجال.

(ص۳۳۳/۵، كتاب الكراهية، الباب التاسع، ط: رشيدية)
(كذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار ،
كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ط: رشيدية)

فقہ حنفی کی ابتدائی کتاب "مالا بد منہ" میں ہے:

"ومسنون آنست کہ لباس انگشت نما نہ پوشید ودامن
دراز تا نصف ساق باشد ودامن تا شتالنگ جائز است
وفروتر ازاں حرام است"۔ (ص۱۱۲)۔

ترجمہ:- اور سنت یہ ہے کہ ایسا لباس نہ پہنے جس کی طرف لوگ
انگلی سے اشارہ کریں اور دامن نصف پنڈلی تک ہو، اور
ٹخنوں تک لٹکانا بھی جائز ہے، لیکن اس سے
نیچے لٹکانا حرام ہے۔

(جاری ہے)

اس کے محشی نے حاشیہ میں لکھا ہے:

قولہ "حرام است" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود یار جامہ دراز تر از شتالنگ باشد در دوزخ سوختہ خواہد شد۔

(مالابد منہ ص ۱۱۲، حاشیہ نمبر ۴)

ترجمہ: — "حرام ہے" کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہوگا، وہ جہنم میں جلے گا۔

فتاویٰ شامی میں ہے:

ویکرہ للرجال السراویل التی تقع علی ظہر القدمین۔

(ص ۳۵۱/۶، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی اللبس، ط: سعید)

یہاں مکروہ سے درج بالا دلائل اور فقہ حنفی کے "مطلق کراہت" والے اصول کی بنا پر حرام مراد ہے اور مکروہ کہہ کر حرام مراد لینا ثابت اور فقہاء کے ہاں مستعمل ومشہور بھی ہے چنانچہ

فتاویٰ شامی میں ہے:

(قولہ ومکروہہ) ہو ضد المحبوب قد یطلق علی الحرام کقول القدوری فی مختصرہ: ومن صلی الظہر فی منزلہ یوم الجمعۃ قبل صلاۃ الإمام ولا عذر لہ کرہ لہ ذالک۔

(ص ۱۳۱/۱، کتاب الطہارۃ، مطلب فی تعریف المکروہ، وأنہ یطلق علی الحرام، ط: سعید)

الدر المختار میں ہے:

"(وکرہ إلباس الصبی ذہباً أو حریراً)۔ فإن ما حرم لبسہ وشربہ حرم إلباسہ وإشرابہ"۔

(ص ۳۶۲، ۳۶۳/۶، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی اللبس، ط: سعید)

(جاری ہے)

وفیہ أیضاً:

"إن الملاهي كلها حرام".

وفي الشامية:- وقيل إن تغنّى وحده لنفسه لدفع الوحشة لابأس به وبه أخذ السرخسي وذكر شيخ الإسلام أن كل ذالك مكروه عند علمائنا.

(ص ۳۴۸، ۳۴۹/۶، كتاب الحظر والإباحة، ط: سعيد)

البحرالرائق میں ہے:

(وكره إلباس ذهب وحرير صبياً).

لأن التحريم لما ثبت في حق الذكور وحرم اللبس حرم الإلباس كالخمر لما حرم شربها حرم سقيها للصبي.

(ص ۱۹۱/۸، كتاب الكراهية، فصل في اللبس، ط: سعيد)

مکروہ کہہ کر حرام مراد لینے کی اور بھی بہت سی مثالیں فقہائے احناف کی کتابوں میں موجود ہیں، بہرحال ٹخنوں سے نیچے کپڑا، شلوار، پاجامہ اور لنگی وغیرہ لٹکانا مردوں کے لئے فقہائے احناف کے ہاں حرام ہے، اور حرام سے بچنا فرض ہے، لہذا ٹخنوں سے اوپر کپڑا وغیرہ چڑھانا بھی فرض ہی ہے، جیساکہ شمس الأئمہ علامہ سرخسی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے، چنانچہ

المبسوط للسرخسی میں ہے:

إن الكتمان حرام وإن ضده وهو الإظهار لازم --- فيفترض عليه الإظهار.

(ص ۲۶۱/۳۰، كتاب الكسب، ط: دار الكتب العلمية)

ان تفصیلات کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو اسبال ازار سے متعلق فقہ حنفی کا اصل فتوی مکروہ تحریمی بلکہ بعض کے نزدیک حرام ہونے کا ہے جیساکہ علامہ شامی رحمہ اللہ اور مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ کے حوالے سے گذرا۔

باقی مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ اور مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ

(جاری ہے)

جیسے حضرات نے تکبر کی قید کے ساتھ مقید فرمایا ہے، وہ شافعی مسلک کی حکایت و نقل کے ذریعہ مذہب حنفی کا جزء بننے کی بنیاد پر ہوا ہے، بعض احباب کو اس رائے پر اصرار ہے، شاید اُن کو حنفی اصول و فروع کے پس منظر میں نہ جانے کی وجہ سے محض مغالطہ ہوا ہے۔

لہٰذا اِن مذکورہ بالا اَحادیث مبارکہ، دلائل، فقہائے احناف کے اُصولوں اور ان کی عبارات فقہیہ سے ثابت ہوا کہ:

۱ــــ فقہائے احناف کے نزدیک تکبر کی نیت کے بغیر بھی "اسبال ازار" حرام ہے، یا کم از کم مکروہ تحریمی ہے، محض مکروہ تنزیہی نہیں ہے۔

۲ــــ "اسبال ازار" سے متعلق مذکور احادیث میں سے جو احادیث تکبر کی قید سے مطلق ہیں، انہیں فقہائے احناف کے مذکورہ دلائل، اُصول اور عبارات فقہیہ کی بناء پر تکبر کے ساتھ مقید احادیث پر محمول نہیں کیا جائے گا، بلکہ اپنے اطلاق پر برقرار رکھا جائے گا، اور ان احادیث کے مطابق عمل کرنا ضروری ہوگا۔

۳ــــ اس کا ذکر ماقبل ہو چکا، وہاں ملاحظہ کیجئے، مذکورہ بالا تفصیل کے پیش نظر فقہائے احناف کے دلائل، عبارات فقہیہ اور اُصول کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوگی کہ اس مسئلے میں فقہائے احناف نے صرف اَحادیث سے استدلال نہیں کیا ہے، بلکہ فقہائے احناف کی عبارات اور اُصول و دیگر دلائل بھی زیر بحث مسئلے کی مؤید ہیں۔ بعض حنفی اکابر نے ظاہر حدیث یا مذہب حنفی میں درج شدہ شافعی قول کو لیا ہے، جس کی وجہ سے حنفی علماء کے ہاں اسبال ازار کے حوالے سے رائے کا تعدد سامنے آیا ورنہ حنفیہ کا اصل مذہب جو اصول و قواعد کی رو سے راجح اور متعین ہے، اسبال ازار کے مسئلے میں وارد شدہ وعیدات کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اسبال ازار کے بارے میں شدت والے پہلو کو راجح قرار دیا جائے۔

"فقط واللہ تعالیٰ اعلم"

کتبہ

لائق رحیم

متخصص فی الفقہ الإسلامی،

جامعۃ العلوم الإسلامیۃ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵

۲۵ / ۸ / ۱۴۳۶ھ

۱۲ / ۶ / ۲۰۱۵ء

فالجواب صحیح

رفیق احمد

۳۰ / ۸ / ۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح

محمد شفیق عارف

[illegible]

[illegible]